

مسح موعود کا تصور؟ مرزا غلام احمد صاحب قادریانی کی نظر میں!

پ

ایک فکر انگیز تحریکی تبصرہ

جناب اے کے۔ شیخ صاحب!

پیش آزیں، کیا امام مہدی اور مسح موعود کا تصور قرآنی ہے؟ کے عنوان کے تحت آپ نے اپنی ویب سائٹ پر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی کہ امام مہدی اور مسح موعود کا تصور غیر قرآنی ہے۔ آپ کا یہ خیال قطعی غلط ہے۔ جس برگزیدہ انسان پر قرآن پاک نازل ہوا تھا، اُسی نے امام مہدی اور مسح موعود کے تصورات اپنی امت کو دیئے تھے۔ شیخ صاحب! کیا آپ کافیم قرآن آخضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ قبل آزیں خاسار نے آپ کے الفاظ کے حوالے دیکھ آپ کے مضمون کا کافی و شافی جواب دیا ہے اور دلائل کیسا تھے قطعی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی اور مسح موعود کا تصور غیر قرآنی نہیں۔ اخamoشی نیم رضا کے تحت میں سمجھا تھا کہ آپ کے شہہات دور ہو گئے ہیں۔ لیکن میرے مضمون کے بعد آپ کو پھر اب آگیا۔ آپ نے میرے دلائل کا حوالہ دیئے بغیر ایک اور مضمون متذکرہ بالاعنوan کے تحت اپنی سائٹ پر لگادیا۔ اور آپ کا یہ انداز بتا رہا ہے کہ آپ کا مقصد تعمیر نہیں۔ بلکہ مغزرت کیسا تحریک ہے۔ اگر آپ کا مقصد تعمیر ہوتا تو آپ پہلے میرے دلائل کو بذریعہ دلائل روکر تے۔ بہر حال آپ اپنے دوسرے مضمون کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔ ”مجھے امید تھی کہ احمد یہ تحریک کے ارکان اپنے بانی کے اس دعوے کو تسلیم کرتے ہوئے کہ مسح موعود کا تصور قرآن میں مذکور ہے، کوئی علمی استدلال کرتے ہوئے اس پر کوئی اظہار خیال کریں گے مگر مجموع ہو رہا ہے کہ احمد یہ تحریک اس میدان میں بانجھو ہو گئی ہے اور ان پر بے حصی کا ایک عالم طاری ہے۔“

چونکہ آپ کے پہلے مضمون کے جوابات ضرورت سے زیادہ تسلی بخش دیئے گئے تھے لہذا شیخ صاحب آپ کی یہ باتیں بے معنی ہیں۔ اس مضمون میں آپ نے قارئین کرام کے آگے حضرت امام مہدی و مسح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالے رکھے ہیں۔ لیکن آپ کا حوالہ پیش کرنے کا انداز عجیب ہے۔ آپ نے ہر حوالے کو اسکے سیاق و سبق سے الگ کر کے اور مزید اسے توڑ مروڑ کر اپنا تحریکی مقصد پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ علمی تحقیق کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی کی تحریر کے حوالے کا وہی مطلب لیا جائے جو مضمون کے سیاق و سبق کی روشنی میں نکلتا ہو۔ لیکن چونکہ آپ کا مقصد تحقیق کی بجائے تحریک یعنی شہہات پیدا کرنا ہے لہذا آپ نے تحقیق کے اس مسلمہ علمی اصول کو یک سر جان بوجھ کر نظر انداز کیا ہے۔ وضاحت کیلئے خاسار ایک مثال پیش کرتا ہے۔

اگر کوئی مخالف اسلام اپنے کسی مضمون میں قرآن پاک کی سورہ نساء کی آیت ”يَأَيُّهَا الَّذِينَ إِمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الْأَصْلَوَةَ وَأَنْتُمْ سُكَّرَى“ (النساء۔ ۲۳) ترجمہ۔ اے ایماندار! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم پر مدد ہو شی کی کیفیت ہو۔ ناکمل لکھ کر لوگوں کو یہ بتانا شروع کر دے کہ نعوذ باللہ اہل اسلام کی الہامی کتاب بھی عجیب ہے۔ اس میں بعض جگہ نماز کی تلقین ہے اور بعض جگہ نماز سے روکا گیا ہے۔ کیا ایسے مخالف اسلام کا نماز کے متعلق یہ استدلال درست ہو گا؟ ہر شخص اس استدلال کو رد کرے گا کیونکہ یہ طریقہ استدلال دینداری، تقویٰ اور مسلمہ علمی تحقیق کے اصول کے خلاف ہے۔ جناب شیخ صاحب! آپ نے بھی اپنے مضمون میں یہی کارنا مے سر انجام دیئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

☆ قارئین کرام آئیے دیکھتے ہیں کہ اس (مسح موعود) کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادریانی مدعاً مسح موعود کیا لکھتے ہیں۔ ”میں نے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے کہ مسح موعود کا قرآن میں ذکر ہے،“ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۳۵ (آئینہ کمالات اسلام)

اور اگلی ہی سطر میں حضرت صاحب قرآن کی درستگی فرماتے ہیں کہ مسح موعود کیا ہوتا ہے اور اسے کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔

”لیکن جس طرز سے قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا ہے وہ جبھی صحیح اور درست ہو گا کہ جب مسح موعود سے مراد کوئی مثیل لیا جاوے جو اسی امت میں پیدا ہو۔“ حضرات! اس تصور کے متعلق جو بنیادی سوالات ہیں انہیں ذہن میں رکھیے گا۔

ا۔ کس مسح کا وعدہ؟ ۲۔ یہ وعدہ کس نے کیا؟ ۳۔ کیا مثیل کا وعدہ بھی کسی نے کیا؟ ☆

جناب شیخ صاحب! آپ نے یہ دونوں حوالے حضورؐ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۳۵ سے لکھے ہیں۔ آپ نے ناکمل حوالہ لکھنے کی بجائے حوالہ کے مختلف فقرات الگ الگ لکھ کر تحریکی مقاصد کی خاطر لوگوں کے دلوں میں شہہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ناکمل حوالہ، میں بعد میں درج کروں گا لیکن پہلے آپ نے جو یہاں

سوال اٹھائے ہیں اس پر غور کرتے ہیں۔ آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ (نزوں مسیح ابن مریم) کا یہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ کلام الہی کی روشنی میں اپنی امت سے فرمایا تھا۔ آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ کس مسیح کا وعدہ؟

آپکے سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعدہ موسوی حضرت مسیح ابن مریم ناصیٰ علیہ السلام کے متعلق تو ہوئیں سکتا کیونکہ وہ توبقول کلام پاک دو ہزار سال قبل اپنی طبعی زندگی گزار کر رفت ہو چکے ہیں۔ اور کلام پاک ہی کے مطابق کوئی فوت شدہ شخص اس دنیا میں نہیں آیا کرتا۔ شیخ صاحب! اگر آپ موسوی حضرت مسیح ابن مریم ناصیٰ کا قرآن کے مطابق زندہ بجسم عصری آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کر دیں تو میں ہر قسم کی سزا بھکتنے کیلئے تیار ہوں۔ شیخ صاحب آپ کو بتاتا چلوں کہ ایک صدی قبل آپ کے قول جھوٹے مسیح موعود قادریانی نے لوگوں کے آگے بنا گنج دہل اعلان کیا تھا کہ اے لوگوں! اگر آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں تو سجدوں میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے زندہ مسیح ابن مریم ناصیٰ کو زمین پر بسیج دے۔ جب آپ کا جنیا مسیح ابن مریم ناصیٰ آسمان سے زمین پر آجائے گا تو میراد عوی خود بخاطل ہو جائے گا۔ شیخ صاحب! ایک صدی تو گزر گئی ہے لیکن آسمان سے کوئی نہیں آیا اور آگے بھی کسی نے نہیں آنا۔ کلام پاک کے مطابق حضرت مسیح ابن مریم ناصیٰ کی وفات ثابت ہونے کے بعد ہمارے آگے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) یا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعدہ جھوٹا ہے۔

(۲) یا پھر یہ وعدہ موسوی حضرت مسیح ابن مریم ناصیٰ کی بجائے اُس جیسے حالات رکھنے والے یا اُس سے مشابہت رکھنے والے یعنی اُس کے مشیل جو امت محمدیہ میں ہی پیدا ہونگے کے متعلق ہو سکتا ہے۔

اب اگر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشیل مسیح ابن مریم کا وعدہ تسلیم نہیں کرنا تو پھر موسوی مسیح ابن مریم ناصیٰ تو ہزاروں سال پہلے طبعی طور پر رفت ہو چکے ہیں۔ وہ تو دوبارہ زندہ ہو کر اُمت محمدیہ کی اصلاح کیلئے اس دنیا میں آنے سے رہے۔ اب آپ کیلئے اور آپ جیسے دوسرے غلطی خور دہ لوگوں کیلئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وعدہ کو ہی جھٹلادیں۔ اب رہا آپ کا آخری اور تیسرا سوال کہ کیا مشیل کا وعدہ بھی کسی نے کیا؟ اس سوال کا جواب تو پہلے ہی آچکا ہے۔ شیخ صاحب! یقیناً فخرِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے ایک مسیح ابن مریم کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مسیح کا وعدہ بصورت مشیل ہی پورا ہو سکتا ہے۔ یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اگلی ہی سطر میں حضرت صاحب قرآن کی درستگی فرماتے ہیں۔ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ قرآن پاک تو الحمد للہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اسکی درستگی کس نے کرنی ہے؟ ہاں معذرت کیسا تھا آپ جیسے لوگوں نے کلام پاک کی جو معنوی تحریف کر رکھی ہے اسکی درستگی ضرور حضرت مرزاصاحبؒ نے فرمائی ہے۔ حضرت مرزاصاحبؒ کی کتاب کا مکمل حوالہ جس کی آپ نے قطع برید کی ہے، اس طرح ہے۔

”میں نے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور دجال کا بھی۔ لیکن جس طرز سے قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا ہے وہ جبھی صحیح اور درست ہو گا کہ جب مسیح موعود سے مراد کوئی مشیل مسیح لیا جاوے جو اسی امت میں پیدا ہو۔ اور نیز دجال سے مراد ایک گروہ لیا جائے اور دجال خود گروہ کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے مخالفوں نے بڑی ذلت پہنچانے والی غلطی اپنے لئے اختیار کی ہے گویا قرآن اور حدیث کو یکطرف چھوڑ دیا ہے وہ اپنی نہایت درجہ کی بلاہت سے اپنی اس غلطی پر متنبہ نہیں ہوتے اور اپنے موٹے اور سطحی خیالات پر مغور ہیں۔ مگر انکو شرمندہ کرنے والا وقت نزدیک آتا جاتا ہے۔“ (آنینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۳۵)

معزز قارئین سے میرا سوال ہے کہ حضرت مرزاصاحبؒ کے اس حوالہ میں کوئی ابہام ہے جو تشریح طلب ہو۔ اس حوالہ میں حضرت مرزاصاحبؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح ابن مریم کے متعلق پیشگوئی ہی کی تشریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ پیشگوئی موسوی ابن مریمؐ کے متعلق نہیں (کیونکہ وہ توفیت ہو چکے ہیں) بلکہ آپؐ کے کسی مشیل کے متعلق ہے۔ میں قارئین سے کہوں گا کہ وہ خود کتاب آنینہ کمالات اسلام پڑھیں اور اگر پوری کتاب پڑھنے کا اُنکے پاس وقت نہیں تو کم از کم صفحات ۳۳۱ سے ۳۵ تک ہی پڑھ کر دیکھ لیں۔

ان صفحات میں حضرت مرزاصاحبؒ کا ایک خط ہے جو آپ نے اپنے ایک مختص مرید نواب محمد علی خاں صاحب کے نام لکھا تھا۔

آگے آپ حضرت مرزاصاحبؒ کا ایک اور حوالہ نقل کر کے فرماتے ہیں۔

☆ ”یہ سچ ہے کہ جب اس عاجز (غلام احمد صاحب قادریانی) نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ با مراللہ تعالیٰ کیا ہے تب سے وہ لوگ جو اپنے اندر قوتِ فیصلہ نہیں رکھتے عجب تذبذب اور کشمکش میں پڑھ لگئے ہیں۔“ (رخ، جلد ۵۔ صفحہ ۳۳۱۔ آنینہ کمالات اسلام)

۱۔ تاریخ دروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔

۲۔ آنحضرت سے منسوب وعدہ عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم کے متعلق ہے۔ نہ کہ غلام احمد بن چراغ بی بی صاحبہ کے متعلق۔

۳۔ مشیل کا وعدہ کسی تاریخ یا روایات سے کہیں نہیں ملتا، (البتہ غلام احمد صاحب قادریانی کی اپنی حسب مطلب اختراع ہے) ☆

(۱) تاریخ و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کا وعدہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے ہے۔

جانب! آپ اپنے پہلے مضمون میں فرمائے ہیں کہ یہ سب روایات جو مسیح ابن مریم کی پیشگوئی سے متعلق ہیں جعلی اور وضعی ہیں۔ جب آپ نے ان روایات یعنی احادیث صحیح کو ہی غلط قرار دے دیا ہے تو پھر آپ ان جھوٹی روایات میں بیان فرمودہ مسیح موعود کے تصور کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ آپ اپنا فقیتی وقت کسی دوسرے مفید کام میں صرف کجھے۔

(۲) آنحضرت سے منسوب وعدہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح ابن مریم کے متعلق ہے۔ نہ کہ غلام احمد ابن چراغ بی بی صاحبہ کے متعلق۔

جب یہ قرآن مجید سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ موسوی مسیح ابن مریم ناصری فوت ہو گئے ہیں اور فوت شدہ شخص دوبارہ دنیا میں آنہیں سکتا تو پھر مسیح ابن مریم کے نزول کے متعلق آنحضرت ﷺ کا سچا وعدہ کس طرح پورا ہو گا۔ بلاشبہ آنحضرت ﷺ کا یہ سچا وعدہ امت محمدیہ میں پیدا ہونے والے کسی مثیل مسیح ابن مریم ناصری کے وجود میں ہی پورا ہو سکتا ہے۔ مثیل ابن مریم ناصری تو اللہ تعالیٰ نے بنانا ہے اور وہ غلام احمد ابن چراغ بی بی صاحبہ کو بھی بناسکتا ہے۔ اس میں الجھن کیا ہے؟

(۳) مثیل کا وعدہ کسی تاریخ یا روایات سے کہیں نہیں ملتا، (البتہ غلام احمد صاحب قادر یانی کی اپنی حسب مطلب اختراع ہے)۔

مثیل کی خبر حضرت مرزا صاحبؑ کی حسب مطلب اختراع نہیں بلکہ آپؑ کا امت محمدیہ پر بڑا بھاری احسان ہے۔ ظاہر پرست لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی اس حکیمانہ پیشگوئی کے ظاہری معانی پر پنجہ ما رکر دین اسلام کے حسین چہرے کو بد نہ بنا دیا تھا۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے ان بد نہاد اغوان کو صاف کر کے اسکے چہرہ کو خوبصورت بنایا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا وعدہ توریت اور انجیل میں موجود تھا اور یہ وعدہ محمد بن عبد اللہ اور آمنہ کے الفاظ میں نہیں تھا۔ تو پھر مسیح ابن مریم کی پیشگوئی میں اگر لفظ مثیل نہیں آیا تو اس میں اچنچھے کی کوئی بات ہے؟ اگر ہمیں محمد بن عبد اللہ اور آمنہ کے الفاظ کے بغیر توریت اور انجیل کے موعود پر ایمان لانے میں کوئی قباحت نہیں ہوئی تو پھر لفظ مثیل کے بغیر آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ موعود مسیح ابن مریم کی پیشگوئی پر ایمان لانے میں کیا مشکل ہے؟ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثر پیشگوئیاں یُضَلِّ بِهَ كَثِيرًا وَ يَهْدِي بِهَ كَثِيرًا (البقرہ: ۲۷) کا مصدقاق ہوتی ہیں اور ان میں خلق اللہ کی ایک آزمائش منظور ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؐ فرماتے ہیں۔

”میں ایک بار میں سفر کر رہا تھا۔ جس کمرہ میں میں بیٹھا ہوا تھا اسی کمرہ میں ایک اور بڑا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ ایک اور شخص جو مجھے مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرنے لگا تو اس دوسرے شخص کو بہت برا معلوم ہوا اور اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال لیا۔ وہ شخص جو مجھے مخاطب تھا اسکے بعض سوالوں کا جواب جب میں نے دیا تو اس بڑھنے کے سارے سروں سے میری باتوں کو سنبھل لگا اور وہ بتیں موثر معلوم ہوئیں۔ پھر خود ہی اس نے بیان کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کیوں سر باہر کر لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے بیان کیا کہ مجھے مولویوں کے نام سے بڑی نفرت ہے۔ اس شخص نے جب آپ کو مولوی کر کے پکارا تو مجھے بہت برا معلوم ہوا۔ لیکن جب آپ کی بتائیں سنیں تو مجھے ان سے بڑا اثر ہوا۔ میں نے پوچھا کہ مولویوں سے تمہیں کیوں نفرت ہے؟ اُس نے کہا کہ میں نے لدھیانہ میں ایک مولوی صاحب کا وعظ سننا۔ اس نے دریائے نیل کے فضائل میں بیان کیا کہ وہ جبل القمر سے نکلتا ہے اور اسکے متعلق کہا کہ چاند کے پہاڑوں سے آتا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا تو مجھے پڑھا گیا۔ اس وقت مجھے اسلام پر کچھ شکوہ پیدا ہو گئے اور میں عیسائی ہو گیا اور بہت عرصہ تک عیسائی رہا۔ پھر ایک دن پادری صاحب نے مجھے کہا کہ ایک نئی تحقیقات ہوئی ہے۔ دریائے نیل کا منبع معلوم ہو گیا ہے۔ اور اس نے بیان کیا کہ جبل القمر ایک پہاڑ ہے وہاں سے دریائے نیل نکلتا ہے۔ میں اس کو سن کر روپڑا اور وہ سارا واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ ایک عیسائی نے مجھے مسلمان بنادیا اور ایک مولوی نے مجھے عیسائی کیا۔ اس وجہ سے میں ان لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔ مگر آپ ان میں سے نہیں ہیں۔“ (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۱۰)

یہ سب ظاہر پرستی اور الفاظ پرستی کا نتیجہ تھا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی بعض حکیمانہ پیشگوئیوں کی تاویل ہمیں بہر حال کرنی پڑے گی اور اگر ہم نہیں کریں گے اور کسی پیشگوئی کے ظاہری الفاظ پر پنجہ ما ریں کے تو نتیجہ مندرجہ بالا واقع کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ فَأَعْتَدْرُوْا يَأْوِي الْأَبْصَرِ!

آپ حضرت مرزا صاحبؓ کا ایک اور حوالہ نقل کر کے تحریر کرتے ہیں۔

☆ ”میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ مسیح ابن مریم ہوں، جو شخص یا الزام میرے پر لگاؤے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔“

(ازالہ اوہام، ص۔ ۱۹۲۔ ر۔ خ، جلد ۳) آپ نے دعویٰ نہیں کیا لیکن ساتھ ہی اسی سانس میں یہ بھی فرمادیا۔ ”اور یہی عیسیٰ ہے جسکی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے مراد میں ہی ہوں، میری نسبت کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا ہے کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا۔“

(ر۔ خ، جلد ۱۹، ص۔ ۵۲۔ کشتی نوح) اور صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں: ”مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ہٹھرا۔“ ☆

محترم قارئین اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا وہ آنے والا جس کو فرض کیا گیا تھا وہ عیسیٰ ابن مریم تھا یا جس طرح غلام احمد صاحب قادر یانی مریم سے عیسیٰ اور ابن مریم بنے ہیں وہی ہیں جنکے متعلق وعدہ تھا؟ یہ عیسیٰ بن مریم بنے کا طریقہ کار بھی کچھ اس طرح بتایا ہے:-

پہلے مجھے مریم بنایا، پھر خدا تعالیٰ نے میرے اندر عیسیٰ کی روح پھونکی اور میں اسکے جمل سے ہو گیا۔ قریب دل مہینے میرے پیٹ میں پروش پانے کے بعد یہ بچہ جو کہ عیسیٰ بن مریم ہے، پیدا ہوا جو کہ میں ہوں اور اس طرح میں عیسیٰ بن مریم کہلا یا۔

قارئین کو کچھ سمجھ میں آیا کہ حضرت کیافر مار ہے ہیں۔ ع۔ ”دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے۔“

قارئین کرام! جناب غلام احمد صاحب قادریانی بات کو گھمانے تو ڈموز کراپنے حق میں استعمال کرنے اور لوگوں کو چردینے کے اتنے ماہر نظر آتے ہیں کہ انسان ہکا بکا ہو کران کا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ ☆

جناب شیخ صاحب اور دیگر معزز قارئین کرام! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ حضرت مرزاصاحب[ؒ] نے کسی بات کو گھما یا نہیں، کسی بات کو توڑا اور مر وڑا بھی نہیں اور نہ ہی کسی کو چکر دیا ہے۔ پیشگوئی مسح ابن مریم جو آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنی امت کو بتائی ہے، بہت عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے بہت سارے چکر کھدیے ہیں تاکہ کھرے اور کھوٹے میں خوب امتیاز ہو جائے۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:- ”میں نے یہ دعویٰ ہر گز نہیں کیا کہ میں مسح ابن مریم ہوں، جو شخص یہ الازام میرے پر لگاؤے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔“ ان الفاظ میں حضرت مرزاصاحب[ؒ] فرماتے ہیں

کہ میں نے موسوی مسح ابن مریم ناصری کا بذات خود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ وہ مسح ابن مریم تو دہڑا رسال پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے جن لوگوں نے حضور پر یہ الزام لگا یا کہ حضور نے موسوی مسح ابن مریم ناصری[ؒ] کا بذات خود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، وہ مفتری اور جھوٹے ہیں۔ حضور کے یہ الفاظ بہت صاف ہیں اور پہنچنے میں آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آئے۔

اسی طرح حضور فرماتے ہیں۔ اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے مراد میں ہی ہوں، میری نسبت کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا ہے کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا۔

جیسا کہ میں قبل از یہ ثابت کر چکا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی مسح ابن مریم کے مطابق موسوی مسح ابن مریم ناصری[ؒ] کے کسی مثلی نے نزول فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک صدی قبل اس پیشگوئی کا مصدق حضرت مرزاغلام احمد صاحب[ؒ] کو بنایا تھا اور متذکرہ بالا الفاظ سے یہی مراد ہے۔ حضرت مرزاصاحب[ؒ] فرماتے ہیں۔

مجھے مریم سے عیسیٰ بنیا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہر ا۔ (روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)

جناب! آپ نے مریم سے ابن مریم بننے کی طرز کلام پر بھی پیشگوئی کسی ہے جو کہ آپ کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ نے عالم اسلام میں حضرت مرزاصاحب[ؒ] سے پہلے گزرے ہوئے اولیاء اللہ اور مجددین اور دوسرے محدثین کی روح پر و تحریروں کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ یہ اعتراض نہ کرتے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ روحانی دنیا میں ایسے واقعات ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات صرف دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ہی روحانی تولد ہو جاتا ہے۔ اس میں جیرانی کی کیبات ہے؟

آپ اپنے مضمون میں حضور کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ”وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف لفظ عیسیٰ یا مسح ہی اگر احادیث میں ہوتا تو مثلی کی گنجائش تھی لیکن ابن مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے۔“ (ر۔خ، جلد ۱۳۔ ص۔۲۹۔ ۳۔ ایام الحص) دوسری طرف دیکھنے کمال اس مسح قادریانی کا وہ کس دیدہ دلیری سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھوٹائے ہیں۔ اسی صفحہ ۲۷ کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں۔ ”ہم بھی کہتے نہیں مثلی آیا۔ اصل آیا۔ مگر بطور بروز، لاحول ولاقوة۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ حالانکہ مسح موعود کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا۔“ قرآن شریف میں مسح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں، (ر۔خ۔ جلد ۱۳۔ ص۔ ۳۹۲۔ ۳۔ ایام الحص) آپ نے ملاحظہ کیا کہ اوپر کی عبارت میں فرماتے ہیں کہ ہم بھی کہتے کہ مثلی آیا، اصل آیا، مگر بطور بروز آیا۔ اب ان لوگوں کی کم بختنی اور شامت آنیوالی ہے جنہوں نے یہ مان لیا ہے کہ موصوف ہی اصل ہیں۔ ☆

”وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف لفظ عیسیٰ یا مسح ہی اگر احادیث میں ہوتا تو مثلی کی گنجائش تھی لیکن ابن مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے۔“ (ر۔خ، جلد ۱۳۔ ص۔۲۹۔ ۳۔ ایام الحص) یہ الفاظ حضرت مرزاصاحب[ؒ] کے نہیں بلکہ حضور کے کسی مخالف نے حضور کے کسی معتقد سے کہے تھے۔ جب آپ کوئی اعتراض کریں تو پہلے دیکھ لیا کریں کہ حضور کی تحریر میں یہ الفاظ کس کے ہیں؟ باقی آپ نے یہ جو کہا ہے کہ حضرت مرزاصاحب[ؒ] نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھوٹی ہے۔ یہ بھی غلط ہے بلکہ حضور نے لوگوں کی آنکھیں کھو لی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی آنکھیں حقیقت کی تاب نہ لاسکیں۔ روحانی خزانہ جلد ۱۳۔ ص۔ ۳۔ ۲۷۔ ایام الحص کے فٹ نوٹ میں جو حضور نے لکھا ہے ہم بھی نہیں کہتے کہ مثلی آیا، اصل آیا۔ مگر بطور بروز آپ نے ان الفاظ پر بہت واپسیا ہے حالانکہ یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ اگر آپ کو سمجھنے میں سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ موسوی مسح ابن مریم ناصری[ؒ] نے تو دوبارہ نہیں آناؤہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی مسح ابن مریم کے مطابق کسی مسح ابن مریم نے تو آنا ہے۔ وہ مثلی مسح ابن مریم جو بھی ہو گا اور جب بھی وہ آئے گا تو بہر حال اس کا وجود اصل ہی ہو گا۔ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی مسح ابن مریم کے حوالے سے وہ بروز ہو گا لیکن اپنی ذات کے اعتبار سے وہ اصل ہی ہو گا۔

آپ نے حضرت مرزاصاحبؒ کا ایک اور حوالہ درج کر کے لکھا ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دو بارہ آنے کا توکہیں بھی ذکر نہیں۔ حضورؐ کے الفاظ بھی بہت واضح ہیں کیونکہ موسوی مسیح ابن مریم ناصریؑ کو تو قرآن مجید فوت شدہ قرار دے رہا ہے۔ لہذا آپؒ کے دو بارہ آنے کا ذکر کیسے مل سکتا ہے؟ جناب! اگر قرآن مجید میں موسوی مسیح ابن مریم ناصریؑ کے دو بارہ بذات خود بجسم عضری آنے کا ذکر آپ تلاش کر سکیں تو اُزراہ کرم مجھے بھی اس سے آگاہ فرمانا۔ باقی رہا ذکر شامت اور کم بخختی کا تو یہ شامت اور کم بخختی ان لوگوں کی ضرور آچکی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مسیح ابن مریم کے مطابق اسی فوت شدہ موسوی مسیح ابن مریم ناصریؑ کے دو بارہ بذات خود اور بجسم عضری آسمان سے نزول فرمانے کا عقیدہ قائم کر چکے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ تو غیر عقلي اور غیر قرآنی ہے۔ اپنے مضمون میں حضرت مرزاصاحبؒ کا ایک حوالہ نقل کر کے آپ مزید فرماتے ہیں۔☆ ”اس عاجز نے جو میشل موعد ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو مفہوم اوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔“ (ر-خ۔ جلد ۳۔ ص-۱۹۲۔ ازالہ ادہام)

ان الفاظ میں بھی حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مسیح ابن مریم کے مطابق مثیل موعد یعنی مثیل مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور بعض ناس بمحض لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی سے ظاہری طور پر موسوی مسیح ابن مریم ناصریؑ کا ہی نزول سمجھ بیٹھے تھے، انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں نے بذات خود ہی موسوی مسیح ابن مریم ناصریؑ کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اگر انسان کے دل میں دیانتاری اور تقویٰ ہو تو حضرت مرزاصاحبؒ کی ہر تحریر سمجھ میں آجائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَبَ مِنْهُ إِيمَانٌ فِي الْحَكْمَةِ وَأُخْرُ مُتَشَبِّهَتُ فَأَمَّا الظَّالِمُونَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَبَعُونَ مَا تَشَبَّهُ مِنْهُ أَبْيَتَغَاءُ الْفِتْنَةِ وَأَبْيَغَاءَ تَأْوِيلَةً وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلُهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسُخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُبَلِّغُ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَدْرِي إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابُ۔ (آل عمران-۸)

ترجمہ۔ وہی ہے، جس نے تجوہ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس کی بعض محکم آیات ہیں جو اس کتاب کی جڑ ہیں اور کچھ اور متشابہ ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں بھی ہے وہ تو قتنہ کی غرض سے اور اس کو (حقیقت سے) پھیر دینے کیلئے ان (آیات) کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ ہیں۔ حالانکہ اس کی تفسیر کو سوائے اللہ کے اور علم میں کامل دستگاہ رکھنے والوں کے، جو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہے کوئی نہیں جانتا اور عقلمندوں کے سوا کوئی بھی بصیرت حاصل نہیں کرتا۔ تاویل کے لغوی معنی بیان، شرح یا کسی بات کو اسکے ظاہری مطلب سے پھیر دینے کے ہیں۔ تاویل صادق بھی ہو سکتی ہے اور کاذب بھی۔ تاویل کا علم بہت مفید علم ہے۔ لیکن ہر حال میں ہماری تاویل کا معیار کلام اللہ یعنی قرآن مجید ہونا چاہیے۔ کوئی بھی تاویل جو کلام اللہ سے متصادم ہو وہ قابل قبول اور پچھی نہیں ہو سکتی۔ شیخ صاحب! آپ نے تاویل کرنے پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ آپ کے اعتراضات غلط ہیں کیونکہ تاویل کرنا نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات اسکے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ تاویل الاحادیث (تعیر الرؤایا) تو اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے جو وہ اپنے برگزیدہ بنوں کو یا جنمیں وہ برگزیدہ کرنا چاہتا ہے بخشا ہے۔ اسی ضمن میں حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔

رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرُ الْسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيُّ فِي الدُّنْيَا وَأَلِيُّ فِي الْآخِرَةِ تَوْفِينِ مُسْلِمًا وَأَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينِ (یوسف-۱۰۲)

ترجمہ۔ اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت کا ایک حصہ عطا کیا ہے اور (تاویل الاحادیث) تعیر الرؤایا یعنی الہی باتوں کا علم بھی تو نے مجھے بخشا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے۔ مجھے اپنی کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دے اور صالحین کے ساتھ ملا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تاویل کی بہت ساری امثال بیان کی ہیں۔ آپ سورہ یوسف اور سورہ الکھف بغور پڑھ کر دیکھیں تو آپ کی معلومات میں کافی اضافہ ہو گا۔ آپ نے مضمون کے آگے عطا محمد صاحب کے سوالات کا ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ اگست ۱۸۹۳ء میں عطا محمد صاحب نے حضرت مرزاصاحبؒ سے دریافت کیا تھا کہ، اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں یا کسی مسیح کا ہم کو انتظار کرنا واجب ولازم ہے؟ عطا محمد صاحب کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ در حقیقت فوت ہو گئے ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے لیکن وہ اس بات کے منکر تھے کہ عیسیٰ کے نام پر کوئی شخص اس امت میں آنیوالا ہے۔ وہ اس بات کو بھی مانتے تھے کہ احادیث میں یہ پیشگوئی موجود ہے لیکن اسکے خیال میں احادیث پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ حضرت مرزاصاحبؒ عطا محمد کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”سو واضح ہو کہ اس مسئلہ میں دراصل تنقیح طلب تین امر ہیں۔ اول یہ کہ مسیح موعود کے آنے کی خبر جو حدیثوں میں پائی جاتی ہے کیا یہ اس وجہ سے ناقابل اعتبار ہے کہ حدیثوں کا بیان مرتبہ تلقین سے دور مبھور ہے۔ دوسرے یہ کہ کیا قرآن کریم میں اس پیشگوئی کے بارے میں کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر یہ پیشگوئی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے تو اس بات کا کیا ثبوت کہ اس کا مصدقہ یہی عاجز ہے۔“

سوال ہم ان ہر سہ تتفقیوں میں سے پہلی تتفقی کو بیان کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسح موعود کی کھلی کھلی پیشگوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنیوالا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو گا اور یہ پیشگوئی بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مراج کی تسلی کیلئے کافی ہے اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسح موعود آنیوالا ہے۔ اگرچہ تتفقی ہے کہ اکثر ہر یک حدیث اپنی ذات میں مرتبہ احادیث زیادہ نہیں مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس قدر طرق متفرقہ کی رو سے احادیث نبوی اس بارے میں مدون ہو چکی ہیں ان سب کو یکجا نظر کیسا تھدی کیجئے سے بلاشبہ اسقدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت ﷺ نے مسح موعود کی خبر دی ہے۔۔۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۷)۔۔۔۔۔

دوسراءً مرتقب طلب یہ تھا کہ قرآن کریم میں مسح موعود کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ دلائل قطعیہ نے اس طرح پر دیا ہے کہ ضرور یہ ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص قرآن کریم کی اُن آنکہ بیشگوئیوں پر غور کر لیا جاؤ اس امت کے آخری زمانہ کی نسبت اس مقدس کتاب میں ہیں تو اگر وہ فہیم اور زندہ دل اپنے سینہ میں رکھتا ہے تو اس کو اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں ہو گا کہ قرآن کریم میں یقینی اور قطعی طور پر ایک ایسے **صلح** کی خبر موجود ہے جس کا دوسرا لفظوں میں **مسح موعود** ہی نام ہونا چاہیے نہ اور کچھ۔ اس خبر کو سمجھنے کیلئے پہلے مندرجہ ذیل آیات کو مکجاہی نظر سے دیکھ لینا چاہیے مثلاً آیات والیں **أَخْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْتَاهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَأَبَهَنَا** ۱۴۷ ایتہ **لِلْعَلَمِينَ إِنَّ هَذِهِ أَمْتُكُمْ أُمَّةً وَحِدَةً وَأَنَّا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ وَتَقْطَعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلُّ إِلَيْنَا رَجْعُونَ**۔ (الانبیاء۔ ۹۲ تا ۹۳) حکیٰ ہذا فیتتحت یا جو جو جو ماجو جو هم ممن کل حکم یَسِّلُونَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هُنْ شَخْصَةٌ أَبْصَرُ اللَّذِينَ كَفَرُوا يَوْمَ لَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفَلَةٍ مِنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَلَمِينَ۔ (الانبیاء۔ ۹۷، ۹۸) یعنی خدا تعالیٰ نے اُس عورت کو ہدایت دی جس نے اپنی شرماگاہ کو ناحمہ سے بچایا۔ پس خدا نے اُس میں اپنی روح کو پھونک دیا اور اُس کو اور اُسکے بیٹے کو دنیا کیلئے ایک نشان ٹھہرایا اور خدا نے کہا کہ یہ اُمت تمہاری ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں سو تم میری ہی بندگی کرو۔ مگر وہ فرقہ ہو گئے اور اپنی بات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور باہم اختلاف ڈال دیا۔ اور آخر ہر ایک ہماری ہی طرف رجوع کرے گا۔ اور تمام فرقے ایسی ہی حالت پر رہیں گے یہاں تک کہ یا جو ج اور ما جو ج کھولے جائیں گے اور وہ ہر ایک بلندی سے دوڑتے ہو نگے اور جب تم دیکھو کہ یا جو ما جو زمین پر غالب ہو گئے تو سمجھو کہ وعدہ سچا نہ ہب حق کے پھیلنے کا نزدیک آ گیا اور وہ وعدہ یہ ہے **هُوَ الَّذِي أَذْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدَيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ كَعَلَى الدِّينِ كُلِّيًّا وَلَوْ كَرِيْكَةَ الْمُشَرِّكُوْنَ**۔ (الصف۔ ۱۰)

اور پھر فرمایا کہ اُس وعدے کے ظہور کے وقت کفار کی آنکھیں چڑھی ہو گئی اور کہیں گے کہ اے وائے ہم کو۔ ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے یعنی ظہور حق بڑے زور سے ہو گا اور کفار سمجھ لیں گے کہ ہم خط پر ہیں۔ ان تمام آیات کا حاصل یہ ہے کہ آخری زمانہ میں دنیا میں بہت سے مذہب پھیل جائیں گے اور بہت سے فرقے ہو جائیں گے پھر دو قویں خروج کریں گی جن کا عیسائی مذہب ہو گا اور ہر ایک طور کی بلندی وہ حاصل کر لے گے اور جب تم دیکھو کہ عیسائی مذہب اور عیسائی حکومتیں دنیا میں پھیل گئیں تو جانو کہ وعدہ کا وقت نزدیک ہے۔ پھر دوسرا مقام میں فرمایا ہے۔ **فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْنِ جَعَلَهُ دَكَّاءً وَكَانَ وَعْدَ رَبِّيْنِ حَقًّا - وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِنْ يَمْوُجُ فِي بَعْضٍ وَنُفَخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمِيعًا**۔ (الکہف۔ ۹۹، ۱۰۰)

یعنی جب وعدہ خدا تعالیٰ کا نزدیک آ جائے گا تو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ریزہ کر دیگا جو یا جو ما جو ج کی روک ہے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور ہم اس دن یعنی یا جو ما جو ج کی سلطنت کے زمانہ میں متفرق قوموں کو مہلت دیں گے کہ تا ایک دوسرے میں موجز نی کریں یعنی ہر یک فرقہ اپنے مذہب اور دین کو دوسرا پر غالب کرنا چاہیے گا اور جس طرح ایک موج اس چیز کو اپنے نیچے دبانا چاہتی ہے جس کے اوپر پڑتی ہے۔ اسی طرح موج کی مانند بعض بعض پر پڑیں گی تا ان کو دبایں اور کسی کی طرف سے کی نہیں ہو گی ہر یک فرقہ اپنے مذہب کو عروج دینے کیلئے کوشش کریگا اور وہ انہیں لڑائیوں میں ہو نگے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکا جائیگا۔ تب ہم تمام فرقوں کو ایک ہی مذہب پر جمع کر دیں گے۔ صور پھونکنے سے اس جگہ یہ اشارہ ہے کہ اس وقت عادت اللہ کے موافق خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمانی تائیدوں کیسا تھوڑی **صلح** پیدا ہو گا اور اُسکے دل میں زندگی کی روح پھونکی جائیگی اور وہ زندگی دوسروں میں سرایت کرے گی۔ یاد رہے کہ صور کا لفظ ہمیشہ عظیم الشان تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے گویا جب خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ایک صورت سے منتقل کر کے دوسری صورت میں لاتا ہے تو اس تغیری صور کے وقت کو نئی صور سے تعبیر کرتے ہیں اور اہل کشف پرمکاشفات کی رو سے اس صور کا ایک وجود جسمانی بھی محسوس ہوتا ہے اور یہ عجائب اس عالم میں سے ہیں جن کے سر اس دنیا میں مجرم قطعیں کے اور کسی پر کھل نہیں سکتے۔ بہر حال آیات موصوفہ بالا سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں عیسائی مذہب اور حکومت کا زمین پر غلبہ ہو گا اور مختلف قوموں میں بہت سے تنازعات مذہبی پیدا ہو نگے اور ایک قوم کو دوسری قوم کو بانا چاہے گی اور ایسے زمانہ میں صور پھونک کر تمام قوموں کو دین اسلام پر رجع کیا جاویگا یعنی سنت اللہ کے موافق آسمانی نظام قائم ہو گا اور ایک آسمانی **صلح** آیکا درحقیقت اسی صلح کا نام **مسح موعود** ہے۔۔۔ (صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۲)۔۔۔ اور یہ تیسرا شق بحث طلب کہ اگر درحقیقت کوئی مسح موعود اس امت میں سے آنیوالا ہے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ مسح یہی عائز ہے۔۔۔۔۔ سو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ اگر یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف

سے ہے اور اپنے اقوال میں صادق ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خاص مددوں سے اس عاجز کی صحائی کو ظاہر کر دیگا اور اپنے خاص نشانوں سے دنیا پر روشن کر دیگا کہ یہ عاجز اُسکی طرف سے ہے نہ اپنے منصوبوں سے۔ پھر جس حالت میں آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے اپنے دعوے میں صادق ہونا ثابت ہو جائے تو پھر بعد اسکے کوئی وجہ انکار باتی نہیں رہ سکتی کیونکہ آسمانی نشان وہ چیز ہے جس سے بڑی بڑی نبوتیں ثابت ہو گئی ہیں کتابوں کا خدا تعالیٰ کا کلام ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر اسکے ذریعہ سے مثلی مسح ہونا کیونکر ثابت نہ ہو سکے غرض خدا تعالیٰ جس طور سے اپنے صادق بندوں کی صداقت ثابت کرتا آیا ہے۔ اسی طور سے اس عاجز کی صداقت بھی ثابت کر دیگا۔ ”(روحانی خواں جلد ۶)

صفحات ۳۲۷ تا ۳۲۸

میں نے متذکرہ بالاسطور شہادۃ القرآن میں سے بطور خلاصہ پیش کی ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو اذل سے آخر تک لفظ بلطف پڑھیں تاکہ آپ کو قرآن پاک میں مسح موعود کے تصور کے متعلق حقیقت کا پتہ چل سکے۔ حضرت مرزا صاحب نے پہلی تفہیم کا جواب دیا ہے وہ کافی طویل ہے۔ لیکن شیخ صاحب! آپ پر بہت افسوس ہے کہ آپ نے پہلی تفہیم کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کی تحریر کا ایک آدھ فقرہ نقل کر کے آپ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ قارئین کو بتانے کیلئے آپ پہلی تفہیم کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کے جواب کام کم از کم ایک آدھ صفحہ تولیت کرتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اگر آپ ایسا کرتے تو پھر آپ حضور گوجھلانے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلی تفہیم کے جواب میں میں نے حضور کی چند سطیریں درج کی ہیں اور امید رکھتا ہوں کہ اس سے ہی قارئین کرام کی تفہیم کی جو گئی۔ باقی جیسا کہ حضرت امام مہدی ارشاد فرماتے ہیں۔

”لیکن یہ مسح موعود کے آئینکی اسقدر زور کیسا تھہ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہو گی کہ اسکے تو اتر سے انکار کیا جائے۔“ (روحانی خواں جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

حضور نے یہ بات بالکل درست بیان فرمائی ہے۔ چونکہ مفترض عطا محمد صاحب اس بات کو تو مانتے تھے کہ احادیث میں یہ پیشگوئی (نزول مسح ابن مریم) موجود ہے لیکن مفترض کے خیال میں احادیث پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے مفترض کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ احادیث کوکلی طور پر ناقابل اعتبار سمجھنا درست نہیں اور اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو پھر گویا وہ اسلام کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے نابود کرتا ہے۔ مزید آپ نے مفترض عطا محمد صاحب کے جواب میں جو یہ ارشاد فرمایا ہے ”اب سوچ کر دیکھ لو کہ احادیث کے چھوڑنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔“ (روحانی خواں جلد ۶ صفحہ ۳۰۱)

میں نے اپر جو حضرت مرزا صاحب کی کتاب کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ اگر ہم احادیث کو نظر انداز کریں تو اس سے اسلام کو کتنا اقصان پہنچتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو اس اقتباس سےطمینان نہ ہو تو وہ روحانی خواں جلد ۶ صفحات ۳۰۹ تا ۳۱۰ تک پڑھ کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

حضور کے ان الفاظ پر اعتراض کرتے ہوئے جناب شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ قرآن کریم میں ذکر موجود ہے۔ اب اس کو موصوف مشروط بنارہے ہیں کہ وہی مانے گا جو فہیم اور زندہ دل سینے میں رکھتا ہو، لہذا اگر کوئی اس منطق کو نہ مانے تو وہ بقول حضرت صاحب، کور، نافہم اور مردہ دل ہو گا۔ اب یہاں وہ بات بن رہی ہے جو حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

”جس طرح سے حدیث ماننے کے قابل نہیں ہوتی جب تک قرآن کے موافق نہ ہو، اسی طرح کوئی خواب بھی ماننے کے لائق نہیں جب تک ہمارے موافق نہ ہو۔“ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۵) لہذا اپنی ذات کو معیار ٹھہر ارہے ہیں کیونکہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیت کا علم انہیں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کجھے۔

”جس حالت میں میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے، مجھے بتلادیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے اور قرآن کے صحیح معنوں سے بھی اطلاع بخشی ہے۔“ (رخ جلد ۱ ص ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ اربعین نمبر ۲)

جناب! جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ کے مضمون کے جواب میں عرض کیا تھا کہ قرآن کریم ایک عام فہم کتاب نہیں بلکہ اسکے کئی بطن ہیں۔ یہ پاک لوگوں پر ہی کھلتا ہے اور جتنا کوئی بفضل خدا پاک ہوتا جاتا ہے، اسی تدریج قرآن کریم کے گھرے اسرار اُس پر کھلتے جاتے ہیں۔ حضور نے یہ جو فرمایا ہے کہ فہیم اور زندہ دل لوگوں پر ہی قرآن پاک کے گھرے مطالب کھلتے ہیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ إِنَّهُ لِغَرْبَةِ أَنَّ كَرِيمًا فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَا يَمْسِهُ إِلَّا الْمَطَهَّرُونَ۔ (الواقع۔ ۸۷ تا ۸۰) ترجمہ۔ یقیناً یہ قرآن بہت عظمت والا ہے۔ ایک چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ اس کی حقیقت کو مطہر لوگ ہی پاتے ہیں۔ شیخ صاحب! کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شک ہے؟

جناب شیخ صاحب! معلوم ہوتا ہے آپ قرآن کریم میں مسح موعود کا تصور اس انداز میں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کسی سورہ میں ایسا لکھا ہو جس کا ترجمہ یہ ہو۔ اے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم! تیری وفات کے تیرہ صدیاں بعد بمقام قادیان غلام مرتفعی اور چراغی بی بی کے ہاں جو سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہو گا۔ جس کا نام غلام احمد ہو گا وہی موعود مہدی اور مسیح ہونگے۔ آپ کو یاد رہے کہ پیشگوئیوں میں اگر اس طرح کی وضاحت کرنا ضروری ہوتا تو پھر ایسی وضاحت کے حقدار سب سے پہلے ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے متعلق جو پیشگوئی توریت اور انجیل میں لکھی موجود ہے اس میں ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیشگوئیوں میں ایک قسم کا انفصال رکھتا ہے اور اس سے مقصد حضرت باری تعالیٰ کا ایسے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے قول فعل پر تبرکرنے والے اور سلیم الفطرت ہوتے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کو وہ محروم رکھتا ہے جو متکبر اور ظاہر پرست ہوتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

”یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص طائفہ کیلئے مفید ہوں جو اسکے کاموں میں تدبیر کرنے والے اور سوچنے والے اور اُسکی حکمتوں اور مصالح کی تہہ تک پہنچنے والے اور عقل مند اور پاکیزہ طبع اور طفیل افسوس اور زیر ک اور تقی اور فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد بازو سلطنتی خیالات والے اور حق شناسی سے عاجز اور سوء ظن کی طرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شکاوتوں کا اپنے پرداغ رکھتے ہیں۔ وہ نافہموں کے دلوں پر رحم ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پرداہ رکھ دیتا ہے تب اُن کو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آرزوں کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کو چاہتے ہیں اور سوچنے کا ماڈل نہیں رکھتے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خبیث کو طیب کیسا تھوڑا شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاک کیسا تھا شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔ اور صدق و ثبات میں ترقی دیں اور اُنکی زیر کی اور حقائق شناسی دنیا پر ظاہر کریں اور اُن کو اس کسر شان اور بے عزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت میں متصور ہے۔ کہ جب ایک کچھ طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان اُنکی جماعت میں شامل ہو جائے اور اُنکے ہم پہلو جگہ لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اُسکی جماعت کے آب زلال کیسا تھا کوئی پلید ماڈل نہ مل جائے۔ اس لیے وہ ایسی خصوصیت کیسا تھا اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غلبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے۔ اور صرف اس رفع الشان نشان کو فرع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صدھا نفسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں بدیکی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پا لیتے تو گو خدا تعالیٰ تو ایسا نشان دکھلانے پر قادر تھا اور اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کی طرف جھک جائیں اور ہر ایک نوع فطرت اُس کو دیکھ کر سجدہ کرے مگر اس دنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بنا رکھتی ہے اور تمام مدارجات پانے کا ایمان بالغیب پر ہے وہ نشان حامی ایمان نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ربانی وجود کا سارا پرداہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلی بر باد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر ثواب پانے کا مستحق رہے کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا۔“ (روحانی خواہائن جلد ۹ صفحات ۲۰۱ تا ۲۰۲)

حضرت مرزاصاحبؒ نے یہ بھی سچ فرمایا ہے کہ کوئی بھی حدیث ماننے کے قابل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ قرآن کے موافق نہ ہو اور اسی طرح کسی بھی زمانے میں جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو ہٹرا کرتا ہے تو وہ بھی لاریب سچائی کا معیار ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت مرزاصاحبؒ پر احادیث کی حقیقت اور قرآن پاک کے صحیح معانی بھی کھلے اور ایک زمانہ آپؒ سے فیضیاب ہوا اور ہورہا ہے۔ آپؒ نے بلاشبہ اپنے رسالہ شہادت القرآن میں بتام و کمال عارفانہ رنگ میں مسیح موعود کے تصور کو قرآن سے ثابت کر دکھایا لیکن شیخ صاحب آپؒ کو حضرت مرزاصاحبؒ کے کلام میں بجز اعترافات کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزاصاحبؒ سے پہلے تیرہ (۱۳) مجددین کی تجدید اور خدمت اسلام کو اگر ایک بلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے بلڑے میں حضرت مرزاصاحبؒ کی تجدید اور خدمت اسلام کو رکھا جائے تو یقیناً حضرت مرزاصاحبؒ کا بلڑہ بھاری ہے۔ لیکن چونکہ تعصب انسان کو اندازہ کر دیتا ہے لہذا ایسے لوگوں کو کبھی سچائی نظر نہیں آیا کرتی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہتا ہوں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی عظیم الشان الہامی پیشگوئی ہی حضرت مرزاصاحبؒ کی سچائی پر بڑی بھاری دلیل ہے۔ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت مرزاصاحبؒ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا تھا کہ ”**اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کر یں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کامنہ بند کر دیں گے۔**“ (تجیلات الہمیہ۔ روحانی خواہائن جلد ۹ صفحہ ۲۰۹)

جناب شیخ صاحب! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ حیات مسیح، وفات مسیح، مسیح اور مہدی موعود کے قرآنی تصورات اور ختم نبوت کے مسائل کو جھوڑیے۔ ان پر کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آج اگر آپ واقعہ میں حضرت مرزاصاحبؒ کی سچائی کو پر کھنے میں سمجھیدہ ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے کسی جھوٹے انسان کی کسی معمولی پیشگوئی کو بھی پورا نہیں کیا کرتا۔ جبکہ برخلاف اسکے حضرت مرزاصاحبؒ کی ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے اور

اسے پورا کرنا کسی بھی انسان کی طاقت اور دائرہ اختیار میں نہیں۔ آج میں یہ دعویٰ رکھتا ہوں کہ خاکسارِ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؒ کی پیروی اور غلامی میں علم و معرفت میں کمال کی مندرجہ بالامود خلعت بخشی ہے اور یہی ۲۰ فروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت ہے۔ اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ علم و عرفان کا یہ کمال سقراط کے مشہور زمانہ قول ”بنی علم ہے“ کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے۔ اور یہ ”بنی“ کا وہی تصور ہے جس پر افلاطون اور ارسطو سے لے کر آج تک کا کوئی فلسفی روشنی نہیں ڈال سکا اور ذالتا بھی کیسے کیونکہ یہ کام حضرت مرزا صاحبؒ کے موعودز کی غلام کے مقدار میں تھا۔ میسویں صدی عیسوی میں فلسفے کا ایک انگریز استاد اپنی کتاب میں رقمطراز ہے۔

"But as, for Socrates, the sole condition of Virtue is knowledge, and as knowledge is just what can be imparted by teaching, it followed that virtue must be teachable. The only difficulty is to find the teacher, to find someone who knows the concept of virtue. What the concept of virtue is that is, thought Socrates, the precious piece of knowledge, which no philosopher has ever discovered and which, if it were only discovered, could at once be imparted by teaching, where upon men would at once become virtuous."

(A critical History of Greek Philosophy" by W.T. Stace -P,149)

”لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے بنی کی تہا شرط اس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطبی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی بھی قابل تعلُّم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو بنی کے تصور کو جانتا ہو۔ بنی کا وہ تصور ہے سقراط نے سوچا اور جو علم کا آنمول جز ہے جس کو کسی مفکر نے دریافت نہیں کیا اور انگریزی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً سے پڑھایا جائے گا اور اس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔“ (یونانی فلسفہ کی تقيیدی تاریخ، مصنف پروفیسر ڈیلیو۔ٹی۔ سٹیس، صفحہ ۱۳۹)

شیخ صاحب! اگر آپ نے یا کسی اور نے حضرت مرزا صاحبؒ کو جھلانا ہے تو اٹھا اور پہلے اس الہامی پیشگوئی کی حقیقت کو جو کہ ایک (اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ) پر مشتمل ہے، جھلان کر دکھاؤ۔ یہ نہ صرف حضرت مرزا صاحبؒ بلکہ خاکسار کی سچائی کا بھی ثبوت ہے۔ الہامی پیشگوئی کی یہ حقیقت (Alghulam.com) پر دونوں زبانوں اردو اور انگریزی میں موجود ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ نے صرف شیخ حضرات بلکہ حضرت مرزا صاحبؒ کا ہر مخالف ہر زمانہ میں ہمیشہ کیلئے اس الہامی پیشگوئی کی حقیقت کو جھلانے سے عاجز رہ کر حضرت مرزا صاحبؒ کی سچائی پر تصدیقی مہربنت کرتا جائے گا۔ **فتدربر**

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں۔ اک نشاں کافی ہے گردنل میں ہونوف کردگار

خیر اندیش

عبدالنقار جنبہ

مورخہ ۱۰ جنوری ۱۵۰۷ء